اردو دوہے کی روایت میں عرش صدیقی کی انفرادیت

ڈاکٹر وسیم عباس*

Abstract:

Arsh Siddiqui is a trend setter and representative poet of Multan.He had a multidimensional personality.Although he was a modern poet yet he had not broken his link with the glorious tradition of classical urdu literature.His work is innovative in criticism,fiction writing,modern poem and couplet (Doha) writing.His couplets are considered valueable not only in literary horizon of Multan but also in the Urdu literature as a whole.His couplets are a blend of tradition and innovation.Indeed his work of couplet writing in Urdu is important in giving new dimensions to couplets writers in Urdu.There is a glimpse of projection of his personality as a critic,fiction writer,modern poet in his couplets.He endowed a specific purposefullness to couplet writing.

ہندی شاعری کی جن اصناف کو اردو زبان میں مقبولیت حاصل ہوئی ان میں گیت کے ساتھ ساتھ دوہا بھی شامل ہے۔ دوہا اگرچہ ہندی زبان کی مخصوص صنف ہے اور اس کا عروضی نظام بھی ہندی پنگل سے متعلق ہے جس میں ماتراؤں کی مخصوص تعداد شامل ہوتی ہے اور اس کی اردو عروض کے حوالے سے تقطیع بھی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے باوجود دوہا نگاری کو اردو زبان میں مقبولیت حاصل رہی اور بہت سے دوہا نگاروں نے عمدہ دوہے تخلیق کیے۔ یہ ایک

* شعبہ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، وہاڑی

دلچسپ امر ہے کہ اگر چہ دوہا ہندی ادب کی خاص صنف ہے لیکن تاریخ اردو ادب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوہے کو فروغ دینے میں مسلم شعراء کا بہت حصہ ہے۔امیر خسرو، بوعلی قلندر،عبدالرحیم خان خاناں، ملک محمد جائسی،سید ابراہیم رسکھان کی وجہ سے دوہا نگاری مسلمانوں کے لیے ان کی تہذیب،ثقافت اور ادب کا حصہ ہے۔تقسیم برصغیر کے وقت خواجہ دل محمد کا نام دوہا نگاری کے حوالے سے مشہور تھااسی زمانے میں ان کے دوہوں کا مجموعہ ''پریت کی ریت'' شائع ہوا۔ان کے علاوہ جلال مرزا خانی نے بھی دوہے لکھے (۱) لیکن ان کے دوہے شائع نہ ہو سکے۔

خواجہ دل محمد کے بعد اردو دوہے میں ایک بڑا نام جمیل الدین عالی کا ہے۔۱۹۵۸ء میں ان کا مجموعہ کلام ''دوہے،غزلیں، گیت'' شائع ہوا۔اگر چہ عالی کے دوہوں پر ان کی بحر کی وجہ سے اعتراضات بھی ہوئے اور بعض ناقدین نے انہیں دوہے ماننے سے ہی انکار کیا لیکن جمیل الدین عالی کے دوہوں کو ادبی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور بہت سے شعرائے اردو نے دوہے تخلیق کیے۔ان میں شفقت تنویر مرزا،افضل پرویز،شفقت بٹالوی،شمی فاروقی،سلطان اختر سوہن راہی،جمال پانی پتی،قدرت نقوی،جمیل عظیم آبادی،عبدالعزیز خالد،الیاس عشقی،عمر فیض،توقیر چغتائی،وقار واثقی،نصیر احمد ناصر،شیخ ایاز،قتیل شفائی وغیرہ شامل ہیں۔گویا جمیل الدین عالی کے کلام کی اشاعت کے بعد کے چند عشروں میں بیسیوں شعرائے اردو نے دوہے کو وسیلہ اظہار بنایا۔

دوہا نگاری کے اس تناظر میں اگر ہم ملتان کی شعری فضاء کا جائزہ لیں تو عرش صدیقی اردو دوہے کے ایک نمایاں نام کے طور پر سامنے آتے ہیں جنہیں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے تنقید،افسانہ نگاری،اور شاعری کے حوالے سے دنیائے ادب کا عرش قرار دیا ہے۔(۲)

دوہوں پر مشتمل عرش صدیقی کا مجموعہ کلام ''پاکستان میں اردو دوہے کا ارتقاءاور کملی میں بارات'' ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔اس کتاب میں دوہا نگاری کے حوالے سے عرش صدیقی کی تنقید اور عرش صدیقی کے دوہے شامل ہیں۔اس سے قبل عرش صدیقی کے دوہے ''امروز'' ملتان میں ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۵ء تواتر سے شائع ہوتے رہے۔لیکن ان اشاعتوں میں عرش صدیقی نے اپنا نام ظاہر نہ کیا بلکہ عادل فقیر کے قلمی نام سے دوہے تخلیق کرتے رہے۔اپنے مجموعہ کلام میں عرش صدیقی نے دوہے کی مجموعی روایت کا جائزہ پیش کیا ہے اور زمانہ حال کے تناظر میں دوہے کے معیار اور مستقبل کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔عرش صدیقی کے خیال میں دوہا اگر چہ ہندی الاصل ہے لیکن

اب یہ اردو ادب کا مستقل حصہ بن چکا ہے۔

''پاکستان میں اردو ادب نے ہندی شاعری کی دو مقبول اصناف گیت اور دوہے کو نہایت محبت اور بے تکلفی سے استعمال کر کے اسے اپنی روایت کا مستقل حصہ بنا لیا ہے۔''(۳)

عرش صدیقی نے جس طرح تنقید شاعری اور افسانہ نگاری میں عام روش سے گریز کی روش اپنائی اسی طرح اپنی دوہا نگاری میں ایک طرف تو سیکڑوں برس پر محیط دوہے کی روایت سے استفادہ کیا ہے اور دوسری جانب اپنے عہد کے دوہا نگاروں کے کلام کو بھی مدنظر رکھا لیکن مذکورہ ہر دو امور کے باوجود نہ صرف عرش صدیقی اردو دوہے کا ایک منفرد نام ہے بلکہ دوہا نگاری میں ان کی انفرادیت کی کئی جہات ہیں۔ درحقیقت عرش صدیقی نے اپنی ادبی زندگی میں جس جہت میں بھی کام کیا اس میں ان کی حیثیت ایک ایسی ہستی کی رہی گویا ''چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری'' اور اس لحاظ سے عرش صدیقی کے بارے میں ڈاکٹر انوار احمد رقم طراز ہیں

''ملتان میں جدید ادبی اور شعری رجحانات کی ترویج میں جتنا اہم کردار عرش صدیقی کا ہے شاید ہی کسی اور کا ہو''(۴)

عرش صدیقی کی دوہا نگاری کئی حوالوں سے انفرادیت کی حامل ہے۔

عرش صدیقی نے اپنے دوہوں میں اگرچہ دو بحریں استعمال کی ہیں جنہیں وہ خود دل محمد چھند اور عالی چھند کا نام دیتے ہیں لیکن ان کے دوہوں میں بڑی تعداد ان دوہوں کی ہے جو عالی چھند میں کہے گئے ہیں۔ عرش صدیقی نے مخصوص عنوانات کے تحت تین تین دوہوں پر مشتمل نظمیں تخلیق کیں۔ ان کے دوہوں کے مجموعے میں ۷۳ نظمیں عالی چھند میں ہیں اور ۶ نظمیں دل محمد چھند میں ہیں۔ عرش صدیقی کے دوہوں کی بحر پر بحث کرنے سے قبل خواجہ دل محمد چھند اور عالی چھند سے واقفیت ضروری ہے۔ خواجہ دل محمد نے اپنے دوہوں میں قدیم دوہے کی بحر کا استعمال کیا ہے جسے عرش صدیقی نے خواجہ دل محمد چھند قرار دیا ہے یہ بحر درج ذیل ہے

فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلن فع

عالی کی بحر جسے عرش صدیقی نے عالی چھند قرار دیا ہے درج ذیل ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

یہاں ایک امر قابل ذکر ہے کہ عرش صدیقی نے عالی کی بحر کا انتخاب کیوں کیا جبکہ دوہا نگاری میں وہ عالی کی فکر کے

خوشہ چینوں میں سے نہیں ہیں انہوں نے دوہے کے حوالے سے اپنے تنقیدی مضمون میں عالی کے دوہوں کو سراہا ضرور ہے مگر خود عالی کی طرز کی پیروی نہیں کی۔ان کی فکر عالی کی فکر سے بالکل الگ ہے اور اس میں مقصدیت کا عنصر غالب ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فنی حوالے سے عالی کی بحر کو اپنایا ہے لیکن راقم کی رائے میں عالی چھند کو اختیار کرنے کی وجہ کچھ اور معلوم ہوتی ہے۔ دراصل اگر ان دونوں بحروں پر دوبارہ نظر ڈالی جائے تو غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ دونوں بحروں میں سلاست اور روانی کے حوالے سے ایک بنیادی فرق ہے۔ خواجہ دل محمد چھند میں ایک مخصوص مقام پر وقف کرنا پڑتا ہے جس سے اس بحر میں ایک وقتی ٹھہراؤ سا آجاتا ملاحظہ ہو

فعلن فعلن فاعلن / فعلن فعلن فع

اس بحر میں کسی دوہے کو فاعلن پر وقف کے بغیر پڑھا ہی نہیں جا سکتا۔ جبکہ عالی چھند میں پوری بحر کو مسلسل پڑھا جا سکتا ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

عالی چھند میں عرش کا نمونہ کلام دیکھئے

ہم نے راہ فقیری والی گرچہ ہے اپنائی
من ٹکڑے ٹکڑے ہے کیوں یہ بات سمجھ نہیں آئی

عدل ملے تو گرہیں اپنے بخت کی بھی کھل جائیں
دے جو فقیر کو کرسی عادل ایسا کہاں سے لائیں

عادل نام سوا احمد کے دے نہ کسی کو زیب
بس اک اس کا عدل ہے سچا باقی جھوٹ فریب (۵)

گویا اس بحر کو منتخب کرنے کی وجہ عالی کی پیروی نہیں تھی بلکہ اس کی ایک منطقی وجہ تھی جس کی بنیاد پر عرش صدیقی نے اس بحر کو اپنایا۔ ایک اور وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ عالی کی بحر میں دوہا نسبتاً آسانی سے موزوں ہوسکتا ہے لیکن عرش صدیقی کے حوالے سے یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کیونکہ نہ صرف عرش صدیقی نے دونوں بحروں میں دوہے کہے ہیں بلکہ ایک دوہا دونوں بحروں میں بھی تخلیق کیا ہے جس سے عرش صدیقی کی قادر الکلامی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ حوالے

کے طور پر یہ دوہا درج کیا جاتا ہے۔ پہلے خواجہ دل محمد چھند میں دوہا درج ہے۔

عادل تو نے عدل کا کیوں کھولا بازار
کیوں کہتا ہے جگ تجھے عادل ڈنڈی مار (۶)

یہی دوہا عالی چھند میں ملاحظہ کیجئے

عادل تو نے کھول رکھا ہے عدل کا کیوں بازار
کیوں کہتی ہے دنیا تجھ کو ''عادل ڈنڈی مار'' (۷)

گویا عالی چھند کو اختیار کرنے کی وجہ فنی مہارت کی کمی یا تقلید کی روش نہیں تھی بلکہ عرش صدیقی نے اس بحر کو ٹھوس وجوہات کی بنیاد پر اختیار کیا تھا۔

عرش صدیقی کے دوہوں کا ایک نمایاں امتیاز ان کے موضوعات ہیں۔ عرش صدیقی نے موضوعات کے حوالے سے اپنی الگ راہ بنائی ہے وہ تمام موضوعات جو دوہے کی شناخت ہیں اور قدیم زمانے سے ہی دوہا نگاران موضوعات پر دوہے لکھ رہے ہیں خواجہ دل محمد اور عالی نے بھی انہیں موضوع بنایا ہے مثلاً اخلاقی مضامین، عشق و عاشقی کی واردات کا ذکر، محبوب کی شکل و صورت اس کے جسمانی اعضاء کا بیان جو بعض اوقات فحش نگاری کی حد تک پہنچ جاتا ہے، معاملہ بندی، عورتوں کا بناؤ سنگھار، جسمانی اور نفسیاتی حوالے سے عورتوں کی اقسام وغیرہ۔ مثلاً عالی کے کلام سے دوہے کی مثال ملاحظہ کریں:

ایک بدیسی نار کی موہنی صورت ہم کو بھائی
اور وہ پہلی نار تھی بھیا جو نکلی ہرجائی

کیسے کیسے وقت گزارے ہم نے اس کے سنگ
کیسے کیسے ناچ رہے اور کیسے کیسے رنگ

مدرا پی کے بہکے گوری بہک بہک لہرائے
اور اپنا یہ حال کہ جیسے نس نس دل بن جائے (۸)

انھوں نے موضوعات کے حوالے سے دوہے میں وہی کام کیا ہے جو علامہ اقبال نے غزل کے موضوعات کے حوالے

سے کیا علامہ اقبال کی غزل فنی محاسن کے حوالے سے روایتی غزل کے بہت قریب ہے لیکن موضوع کے حوالے سے علامہ اقبال نے غزل میں نئی طرز اختیار کی انہوں نے اپنے مافی الضمیر (قومی، ملی، مذہبی، اخلاقی، اور حریت پسندانہ مضامین) کا اظہار غزل میں کیا۔ اسی طرح عرش صدیقی نے بھی عالی چھند اختیار کی خواجہ دل محمد اور عالی کو عظیم دوہا نگار قرار دیا لیکن ان دونوں شاعروں کا تتبع نہیں کیا۔ دراصل عرش صدیقی ان شاعروں میں سے ہیں جو ایک مخصوص نظریہ ادب کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کا نظریہ ادب ان کی تنقید، افسانہ نگاری، نظم گوئی اور دوہا نگاری ہر صنف میں جاری وساری نظر آتا ہے اور عرش کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے مندرجہ بالا حوالوں کو الگ الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ وہ ادب برائے ادب کے قائل نہیں ہیں بلکہ ادب سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ کشاکش حیات میں انسان کی راہنمائی کرے۔ ان کے بقول

''سچ تو یہ ہے کہ ہر وہ شے مقدس ہے جو صداقت اور حقیقت کی طرف رہنمائی کرے زندگی کو آگے بڑھائے اور اسے بہتر صورت دینے میں مدد دے''**(۹)**

یہی وجہ ہے کہ عرش کے تمام دوہے ادب برائے زندگی کی ذیل میں آتے ہیں انہوں نے دوہا نگاری حظ اندوزی کے لیے نہیں کی۔ بلکہ ان کے دوہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دوہوں کے مضامین یا تو ان صوفیائے کرام سے لیے جنہوں نے دوہوں کو تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کیا یا معاصر حالات کے پیش نظر مضامین بیان کیے مثلاً ان کے تمام دوہوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے دوہوں میں سب سے زیادہ تعداد ان دوہوں کی ہے جن میں انصاف کی عدم فراہمی کو موضوع بنایا گیا ہے اور اس کے اسباب ونتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ جب معاشرے میں جبر کی فضا دیکھتے ہیں تو اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ادیب کو بہر صورت حق و انصاف کا پرچارک ہونا چاہیے۔ انہوں نے معاشرے کے فرد کے طور پر اپنے دائرہ اختیار میں حتیٰ المقدور کوشش کی کہ عوام کو انصاف مل سکے۔ دوسرے ایک شاعر کے طور پر اپنی تخلیق کے ذریعے حکام اور عوام میں یہ شعور بیدار کرنے کی کوشش کی کہ انصاف ہی خوشحال معاشرے کا ضامن ہے۔ معاشرے میں جبر وتشدد اور ناانصافی کی فضاء میں ادیب کا کیا کردار ہونا چاہیے اس سلسلے میں ڈاکٹر اسلم انصاری کہتے ہیں

''جبر اور تشدد کے معاشرے میں ایک ادیب یا شاعر اپنے معاشرے کے ساتھ محبت کا اظہار دو طرح سے یا دو سطحوں پر کر سکتا ہے، ایک معاشرے کے فرد کی حیثیت سے اور دوسرے ایک تخلیق کار کی حیثیت سے، اگرچہ یہ دونوں حیثیتیں باہم مربوط ہیں اور

ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا اگر جبر و تشدد کے حامل معاشرے میں جبر و تشدد کے خلاف کوئی مزاحمتی عمل موجود ہے تو میرا خیال ہے کہ ایک Genuineادیب اور شاعر قدرتی طور پر اس عمل میں خود کو شریک محسوس کرے گا۔لیکن ایک تخلیق کار کا سب سے بڑا کنٹری بیوشن معاشرتی جبر کے خلاف اس کا تخلیقی عمل ہے''(۱۰)

عرش صدیقی نے بھی معاشرے میں جبر کے خلاف اپنی تخلیق سے مزاحمت بھی کی اور معاشرے کو فلاح کی راہ بھی دکھائی۔انصاف کے موضوع پر ان کے لکھے گئے دوہوں کے چند حوالے درج ہیں۔

جس کا بخت نصیر(کملی میں بارات ص۱۰۵)باقی جھوٹ فریب(کملی میں بارات ص۱۰۶)اس کا عدل مثال(کملی میں بارات ص۱۰۷)عدل رہا نایاب(کملی میں بارات ص۱۰۸)عادل اور کٹھور(کملی میں بارات ص۱۰۹)عادل اور فقیر(کملی میں بارات ص۱۱۸)عدل بڑا انمول(کملی میں بارات ص۱۲۳)ہم ٹھہرے مجہول(کملی میں بارات ص۱۲۴)عدل بڑا دشوار(کملی میں بارات ص۱۲۵)عظمت کی دیوار(کملی میں بارات ص۱۲۶)کس کو کریں وکیل(کملی میں بارات ص۱۲۷)عادل ڈنڈی مار(کملی میں بارات ص۱۴۹)بول بھی اونچے بول(کملی میں بارات ص۱۵۰)پھیکا پکوان(کملی میں بارات ص۱۵۵)خالی ہاتھ فقیر(کملی میں بارات ص۱۵۶)عادل ڈنڈی مار(کملی میں بارات ص۱۶۰)۔

ان کے خیال میں ہمارے معاشرے کے تمام مسائل کی بنیادی وجہ انصاف کی عدم فراہمی ہے۔معاشرے میں عدم انصاف کی صورت حال عرش صدیقی کے لیے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی چیز تھی۔یہی وجہ ہے کہ ان کے دوہوں میں سب سے بڑا موضوع عدل و انصاف کی ضرورت اور بالا دستی ہے انہوں نے معاشرے میں ناانصافی اور ہوس پرستی کو بہت قریب سے دیکھا تھا عرش صدیقی کے بقول

''میں یونیورسٹی ملازمت کے دوران انتہائی تلخ تجربات سے گزرا میں نے دیکھا کہ زندگی میں کہیں بھی انصاف نہیں ہے۔سو میں نے عادل فقیر کے نام سے دوہے لکھے جو''امروز''میں شائع ہوتے رہے میرے قریبی دوستوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ میں لکھ رہا ہوں جب اردو اکیڈمی میں میں نے دوہے پڑھے تو سب پر انکشاف ہوا کہ عادل فقیر کے نام سے دوہے میں لکھتا رہا ہوں۔عادل فقیر نام اس لیے رکھا کہ عادل عدل کرنے والا اور فقیر عدل طلب کرنے والا۔میں نے عادل اور فقیر کو موضوع بنا کر

دوہے کہے جن میں دینی اوراخلاقی موضوع غالب ہے۔میرادعویٰ ہے کہ اب تک ان موضوعات پردوہے نہیں لکھے گئے''(۱۱)

غالب نے کہا تھا

بقدرِ شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالب کی طرح عرش کے لیے بھی نظمِ جدیداور غزل مافی الضمیر کے اظہار کے لیے کافی نہیں تھی اسی لیے انہوں نے دوہے تخلیق کیے اور اپنے متصوفانہ خیالات کے اظہار کے لیے دوہوں کو ذریعہ بنایا۔

عالی کے برعکس عرش صدیقی کے دوہوں کی مخصوص ساخت ہے۔عرش صدیقی کے تمام دوہے تین تین دوہوں پر مشتمل نظم کی صورت میں ہیں جبکہ عالی کے یہاں بعض دوہوں کے عنوانات ہیں اور بعض کے نہیں ہیں۔کبھی نظم صرف ایک دوہے پر مشتمل ہے کبھی دو پر اور کبھی کئی کئی دوہوں پر مشتمل ایک عنوان کے تحت۔جبکہ عرش صریر خامہ کے نوائے سروش ہونے کا قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک تخلیق میں کانٹ چھانٹ کا عمل جاری رہتا ہے حتیٰ کہ شاعر اپنی تخلیق کو مسترد بھی کرسکتا ہے(۱۲) اور شاعر کی اجتہادی قوت اسے نت نئے تجربات پر اکساتی ہے۔

اس حوالے سے عرش ایلیٹ کے ہم نوا ہیں ان کے نزدیک شاعر اپنی تخلیق پر محنت کرتا ہے اور یہ احمقانہ بات ہے کہ شاعری کی نہیں جاتی بس ہو جاتی ہے(۱۳) اپنے فکروفن میں عرش صدیقی ایلیٹ سے متاثر نظر آتے ہیں اور اپنے ملک اورزبان کے تمام شاعروں کو چھوڑ کر ایلیٹ کو پسندیدہ شاعر قرار دیتے ہیں(۱۴)

تخلیق کے عمل میں شعور کی اہمیت کے حوالے سے عرش صدیقی ایلیٹ کے ہم نوا ہیں۔ایلیٹ کی طرح عرش بھی صریر خامہ کے نوائے سروش ہونے کے قائل نہیں ہیں۔بقول ڈاکٹر جمیل جالبی

''ایلیٹ کسی فن پارہ کو کوئی الہامی چیز تسلیم نہیں کرتا جو شدت جذبات کے ساتھ ایک خاص شکل اور ایک خاص لمحے میں خود بخود وجود میں آ گیا ہو وہ فن پارے کو ایک شے کی طرح سمجھتا ہے جسے سوچ سمجھ کر ناپ تول کر سلیقے اور محنت سے تعمیر کیا جاتا ہے اور جس کا مقصد ایک مخصوص اثر پیدا کرنا ہوتا ہے''(۱۵)

عرش صدیقی کے دوہوں کی زبان بہ نسبت ان کی نظم وغزل کے سادہ ہے اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے اس کی بڑی وجہ تو یہی ہے کہ عرش صدیقی نے دوہے تبلیغی مقاصد کے لیے لکھے اس حوالے سے ابلاغ کی اہمیت

اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ان کے دوہوں میں سادگی کا عنصر کلام کی تاثیر میں اضافہ کرتا ہے۔دراصل دوہوں کے مضامین ان کے دل کے دردانگیز نالے ہیں اور ان میں تصنع نظرنہیں آتا۔مولانا حالی نے بھی سادگی بیان کوشعر کی بنیادی خصوصیت قرار دیا ہے۔مقدمہ شعروشاعری میں حالی کہتے ہیں

''سادگی سے صرف لفظوں ہی کی سادگی مرادنہیں بلکہ خیالات بھی ایسے نازک اور دقیق نہ ہونے چاہئیں جن کے سمجھنے کی عام ذہنوں میں گنجائش نہ ہو۔محسوسات کے شارع عام پر چلنا، بے تکلفی کے سیدھے رستے سے ادھرادھر نہ ہونا اور فکر کو جولانیوں سے باز رکھنا اسی کا نام سادگی ہے''(۱۶)

عرش نے اردو کے ساتھ ساتھ ہندی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔عرش کی دوہا نگاری روایت سے جڑی ہوئی بھی ہے اور ندرت لیے ہوئے بھی ہے۔اگرچہ انہوں نے کثرت سے اردو کے الفاظ کو دوہوں میں برتا ہے لیکن کہیں کہیں ہندی الفاظ کی خوبصورتی سے بھی اپنے دوہوں کو مزین کیا ہے مثلاً سنگھاسن (اس کا عدل مثال، کملی میں بارات ص۱۰۷) آ کاش، انیائے (بخت نہ بدلا جائے، کملی میں بارات ص۱۱۶) ندیا، بگیا، بھگوان (خواہش خواب گمان، کملی میں بارات ص۱۱۹) بھکشا، دھن (بھکشا اور فقیر، کملی میں بارات ص۱۲۰) بتاؤں (کس کو کریں وکیل، کملی میں بارات ص۱۲۷) مایا، عمریا، انتر، پییت (مایا کس کی میت، کملی میں بارات ص۱۰۷) وغیرہ۔

جس طرح عرش صدیقی تنقید، افسانہ نگاری اور نظم جدید کے حوالے سے انفرادیت کے حامل ادیب ہیں اسی طرح ان کی دوہا نگاری کی مختلف جہات بھی انہیں اردو ادب کا ایک رجحان ساز شاعر ثابت کرتی ہیں۔اس حوالے سے کلیات عرش صدیقی کے مقدمہ میں محمد حنیف لکھتے ہیں

''مجموعی لحاظ سے دیکھا جائے تو عرش صدیقی نے نظم، غزل کی طرح دوہے میں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھی ہے۔الغرض دوہے کی فکری وفنی جہات پران کی دسترس نے اسلوب اور موضوع کو ایسی توانائی اور انفرادیت بخشی ہے جو انہیں دوہا نگاری کی تاریخ میں ایک سمت نما شاعر ثابت کرتی ہے''(۱۷)

عرش صدیقی کی تنقید، افسانہ اور نظم کی طرح ان کے دوہے بھی ان کے اس شعر کی عملی تعبیر ہیں

عرش گر لفظ و معانی کے ہو تم پیغمبر
ایک تصویر بناؤ کہ زمانہ دیکھے

حوالہ جات

۱۔ عرش صدیقی،''پاکستان میں اردو دوہے کا ارتقاء اور کملی میں بارات''،مقبول اکیڈمی لاہور،۱۹۹۲ءص ۱۷
۲۔ طاہر تونسوی،''دنیائے ادب کا عرش''،مکتبہ عالیہ لاہور،۱۹۹۹ء،
۳۔ عرش صدیقی،''پاکستان میں اردو دوہے کا ارتقاء اور کملی میں بارات''،ص ۱۱
۴۔ انوار احمد،ڈاکٹر،''یادگار زمانہ ہیں جو لوگ''،مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۵ء،ص ۴۰
۵۔ عرش صدیقی،''پاکستان میں اردو دوہے کا ارتقاء اور کملی میں بارات''،ص ۱۰۶
۶۔ ایضاً،ص ۱۴۹
۷۔ ایضاً،ص ۱۰۷
۸۔ جمیل الدین عالی،''دوہے''،پاکستان رائٹرز کوآپریٹرز سوسائٹی،لاہور،۲۰۰۳ء،ص ۶۵
۹۔ عرش صدیقی۔دیباچہ،''رزق ہوا''،بیکن بکس گلگشت ملتان ۱۹۸۹ء،ص ۹
۱۰۔ اسلم انصاری،ڈاکٹر،''تکلمات''،کتاب سرائے اردو بازار لاہور،۲۰۱۱ء،ص ۶۱
۱۱۔ طاہر تونسوی،''دنیائے ادب کا عرش''،مکتبہ عالیہ،لاہور،۱۹۹۹ء،ص ۳۰۴
۱۲۔ عرش صدیقی،''محبت لفظ تھا میرا''،کاروان ادب ملتان صدر،۱۹۸۳ء،ص ۱۳
۱۳۔ عرش صدیقی،''محبت لفظ تھا میرا''،ص ۱۳
۱۴۔ عرش صدیقی،'میرا پسندیدہ فنکار ٹی ایس ایلیٹ' اوراق،نومبر ۱۹۶۸ء
۱۵۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،''ارسطو سے ایلیٹ تک''،نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد،۱۹۹۳ء،ص ۵۰۰
۱۶۔ الطاف حسین حالی،''مقدمہ شعر و شاعری''،عبداللہ اکیڈمی اردو بازار لاہور،۲۰۰۹ء،ص ۵۰
۱۷۔ محمد حنیف (مرتبہ)،''کلیات عرش صدیقی''،مقتدرہ قومی زبان پاکستان،۲۰۱۲ء،ص ۳۳